علمِ کلامِ جدید
فکرِ مغرب کی روشنی میں

ڈاکٹر محسن مظفر نقوی
رکن اسلامی نظریاتی کونسل

انسان کے علمی و فکری ارتقاء نے اہلِ مذہب کے لیے جو نئے سوالات اٹھائے ہیں، ان کو مغربی اہلِ علم نے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ اس مضمون میں بعض ایسی تصانیف اور ان میں قائم شدہ مقدمات کا ذکر ہے جو دورِ جدید کے مغرب میں سامنے آئے۔

''علم کلام جدید'' غیر واضح عنوان ہے جس کے لئے ہمیں خود ہی علم کلام کی تعریف بھی نئے تناظر میں کرنی ہوگی نیز لفظ ''جدید'' کی حدود اور عہد کا بھی تعین کرنا ہوگا کہ کس دور کے ''علم کلام'' کو ''جدید'' کہا جائے۔ نیز ایک بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ ''علم کلام'' کی اصطلاح صرف مسلم علم کلام کے لئے استعمال کی جا رہی ہے یا پھر اس کے تحت سامی/ ابراہیمی مذاہب کے کلامی رویوں کا ذکر ہونا چاہئے یا پھر یہ اصطلاح اس سے بھی زیادہ عمومی معنی میں تمام بڑے الھامی وغیر الھامی مذاہب کے علم کلام جدید پر محیط تصور کی جائے اور ''جدید'' کا وہی مفہوم سمجھا جائے جو ہم اس کا متعین کریں۔ علاوہ ازیں ''جدید'' کی بھی تعریف ضروری ہے اس لیے کہ ایک متعین عرصے میں نفس مضمون پر گفتگو کرنے والی ہر کتاب اور اس کے مصنف کو جدید کہا جا سکتا ہے جس کی بناء پر لاتعداد کتابیں اور ان کے مصنفین اس میں شامل ہو جائیں گے لیکن اگر ''جدید'' سے مراد رویے اور طرز ہائے فکر لیے جائیں تو ہم اس موضوع پر حقیقی معنی میں کچھ گفتگو کر سکیں گے۔

''علم کلام'' کی تعریف بطور اصطلاح مختلف ادوار میں علماء نے مختلف انداز میں کی ہے۔ اس علم کی قدیم ترین تعریف جو ہمارے سامنے ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کے قلم سے نکلی ہے:

> اعلم ان الفقه فی اصول الدین افضل من الفقه فی فروع الاحکام...... والفقه هو معرفة النفس ما یجوز لها من الاعتقادیات والعملیات و ما یجب علیها منهما...... و ما یتعلق منها بالاعتقادیات هو الفقه الاکبر و ما یتعلق بالعملیات فهو الفقه (۱)
>
> جان لو کہ ''اصول دین'' میں سمجھ پیدا کرنا فروعی احکام میں سمجھ پیدا کرنے سے افضل ہے۔ فقہ (سمجھ) کے معنی یہ ہیں کہ نفس کو اعتقادیات اور عملیات کے اس حصے کی معرفت حاصل ہو جائے جو اس کے لیے جائز ہے اور ان دونوں کے حوالے سے جو کچھ اس پر واجب ہے وہ اسے جان لے۔ اس میں سے جو حصہ اعتقادیات سے متعلق ہے وہ ''الفقہ الاکبر'' ہے اور جو جزء ''عملیات'' سے متعلق ہے اسے ''فقہ'' کہتے ہیں۔

علم کلام کی تعریف اور نفس مضمون پر گفتگو تاریخ کے مختلف ادوار میں ہوتی رہی۔ علامہ نسفی ماتریدی کی العقائد النسفیۃ اور اس کے شارح سعد الدین تفتازانی نے اسے ''معرفة العقائد عن ادلتها بالکلام'' قرار دیا۔ (۲) یعنی کلامی دلائل کے ذریعے عقائد کی معرفت کا نام علم الکلام ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام نے المسایرۃ اور اس کے شارح صاحب المسامرۃ کمال الدین بن ابی شریف نے امام ابوحنیفہ کی اسی تعریف پر اپنی تعریف کی بنیاد رکھی۔ (۳)

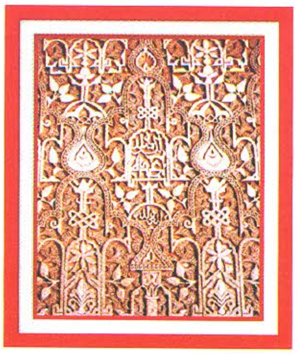

پر کیا اثر پڑتا ہے یا پڑ رہا ہے۔ اس دور میں مذاہب سے زیادہ ان تہذیبوں کی اہمیت ہے جو مختلف مذاہب تشکیل دے رہے

چوتھی صدی ہجری کے مسلمان فلسفی ابونصر الفارابی (ت:۳۳۹ھ) نے متکلم کو ان اشیاء کی نصرت کرنے والا قرار دیا ہے جن کو فقیہ بطور اصول کے برتتا ہے۔ (۴) اسی طرح ابوحیان التوحیدی (ت:۴۰۰ھ) نے کہا ہے:

واما علم الکلام فانه باب من الاعتبار فی اصول الدین یدور النظر فیه علی محض العقل فی التحسین والتقبیح والاحالة والتصحیح (۵)

رہا علم کلام تو وہ ایک اعتبار سے اصول دین کا باب ہے جس میں کسی امر کو حسن، قبیح، محال اور صحیح قرار دینے میں نظر صرف عقل کے گرد گھومتی ہے۔

چھٹی صدی ہجری میں امام ابوحامد الغزالی (ت:۵۰۵) نے جو تعریف کی وہ اب تک فکری طور پر مسلم علم کلام کو جکڑے ہوئے ہے، امام غزالی نے جب فلسفے کو خیر باد کہہ کر ''المنقذ من الضلال'' لکھی تو اس میں علم الکلام کے بارے کہا: ''**و انما مطلوبه حفظ عقیدة اهل السنة و حراستها عن تشویش اهل البدعة**'' (۶)

علم کلام کا مقصد اہل سنت کے عقیدہ کا تحفظ اور اس کے بارے میں اہل بدعت کی تشویش سے اس کی محافظت ہے۔

علامہ بیضاوی الاشعری کی پیش کردہ تعریف کو بعد میں تقریباً سب علماء نے اختیار کیا اس کے الفاظ یہ ہیں: **علم یقتدر معه علی اثبات العقائد الدینیة باء یراد الحجج علیها و دفع الشبة عنها** (۷)

یہ ایسا علم ہے جس سے عقائد دینیہ کے اثبات کی وہ قدرت حاصل ہوتی ہے جس کی مدد سے اس کے حق میں دلائل پیش کئے جاسکیں اور اس کے بارے میں شبہ کو دفع کیا جاسکے۔

ان تعریفات سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف ادوار میں علم کلام کی غرض وغایت اور طریقہ استدلال مختلف رہا ہے۔ دور جدید میں بھی علم کلام کی نئی تعریف کی ضرورت ہے جو ہمارے خیال میں یوں ہوسکتی ہے۔ ''علم کلام ایک ایسا علم ہے جس میں مذہبی عقائد، افکار اور اعمال کی نفی یا اثبات پر سائنسی اور غیر سائنسی یا معاشرتی علوم کے تناظر میں بحث کی جاتی ہے''۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو علم الکلام کا دائرہ بہت وسیع ہوجاتا ہے اور ان میں سے ہر پہلو پر تمام بڑے اور منضبط مذاہب پر لکھنے والوں نے بے شمار کتابیں لکھیں ہیں جن کا جائزہ لینا تو دور کی بات ہے ان کی فہرست مرتب کرنا بھی کچھ آسان نہیں ہے۔ ان تمام دقتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم چند اہم امور کی نشاندہی کرتے ہوئے کچھ اہم کتابوں اور ان کے مصنفین کے بارے میں گفتگو کریں گے۔ ہمارے جائزے میں:۔

۱) علم کلام جدید ۹ ستمبر ۲۰۰۱ء کے دہشت گردی کے واقعات کے بعد سے اب تک کے عرصے پر محیط ہے۔

۲) علم کلام جدید کو ہم ان مغربی مفکرین تک محدود رکھیں گے جنھوں نے اس دور میں مذہب کے اثبات یا نفی یا پھر کسی اور پہلو پر اہم کام کیا ہے۔

مسلم علم کلام کو بھی بہت سی جدید جہتیں ۹ ستمبر کے واقعات کے بعد ملی ہیں۔ ''مذہب'' جو پہلے ہی سائنسی انکشافات اور ایجادات کے باعث اپنی فکری بقاء کی جنگ لڑ رہا تھا اب سیاسی اور انسانی بنیادوں پر چیلنج کا شکار ہوگیا ہے۔ علم کلام جو پہلے خدا کے وجود اس کی صفات وذات، عقیدہ ملائکہ، وحی، نبوت، آسمانی کتابیں، حیات بعد الممات، قضاء وقدر، نجات وعذاب وغیرہ سے بحث کیا کرتا تھا اب ان امور سے کم سروکار رکھتا ہے اور یہ بحث کی جارہی ہے کہ کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کے سیاسی، معاشی، سماجی اور انسانی رویے کیا ہیں اور وہ کس طرح تشکیل پاتے ہیں یا تشکیل پارہے ہیں اور ان کا ملکی وعالمی حالات

ایک دور وہ تھا جب دنیا کی بڑی اور مشہور یونیورسٹیوں سے تعلق رکھنے والے اساتذہ اور پروفیسر صاحبان اپنے لیے یہ ضروری سمجھتے تھے کہ انھیں بے دین، سیکولر، لامذہب، اور الحاد پسند جیسے القاب سے یاد کیا جائے۔

ہیں اور دیکھا یہ جا رہا ہے کہ ان تہذیبوں کے حاملین انفرادی، باہمی، اور گروہی تعلقات میں کتنا ایک دوسرے کو برداشت کرتے یا برداشت نہیں کرتے ہیں۔ نیز رویوں کی جڑیں ان مذاہب کی تعلیمات میں کس قدر ہیں یا نہیں ہیں۔ گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلم اور غیر مسلم تہذیبی رویوں کا تعلیمات سے تعلق یا اجنبیت کے بارے میں علماء ودانشوروں کے رویے جدید علم کلام کی تشکیل کررہے ہیں۔

اسی دوران مذہب کی نفی کا رویہ پیدا ہوا جس میں ہدف تنقید وہ مذاہب بنے جن کی بنیاد بائبل یا قرآن پر ہے۔ یہ روش ڈارون (Darwin 1809-1882) کے نظریہ ''حیاتیاتی ارتقاء'' اور گلیلیو (1564-1642) کے نظریے ''کائناتی ارتقاء'' کے ساتھ شروع ہوئی۔ ان نظریات کی بنیاد پر ہونے والی تحقیق نے مذہبی طرز فکر کے بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا اور سامی مذاہب کے علماء نے دفاعی یا معذرت خواہانہ کتابیں لکھنی شروع کیں۔ فیلو یہودی (BC.20 CE 50) اور نوفلاطونیت کی فکری گود میں پلنے والا یہودی، مسیحی، اور مسلم علم کلام اپنی بقاء کی جنگ میں سائنسی طرز فکر کے مقابل آکر کھڑا ہوا تو دو طرح کا مذہبی لٹریچر سامنے آیا۔ ایک تو معذرت خواہانہ اور دوسرے امتزاجی۔ پہلی قسم کی کتابوں میں اس بات پر زور دیا گیا کہ مذہب وہ کچھ نہیں کہہ رہا ہے جو گزشتہ لوگ سمجھے۔ ان بیانات کا وسیع مفہوم کچھ اور ہے دوسرا رویہ وہ سامنے آیا جسے ہم نے امتزاجی کہا۔ اس میں سائنس فلسفہ اور مذہب کو باہم جمع کرنے کی کوشش کی گئی۔ قرون وسطی کے بعد علم کلام کو دھچکا سائنسی طرز فکر سے لگا تھا اور علمی بنیادوں پر مذہب کی نفی کرنے کی کوشش کی گئی۔ ۹ ستمبر کے واقعات گوکہ سیاسی تھے لیکن ان واقعات نے مذہبی طبقے اور مذہبی طبقے کے بارے میں سوچ کو تبدیل کردیا ہے۔ اب یہ تبدیلی علمی نہیں ''سیاسی اور معاشی'' وجوہ سے ہورہی ہے۔ سام ہیرس کی درج ذیل کتاب اس کی ایک اہم مثال ہے۔

۱۔ **The End of Faith,Religion, Terror and the future of Reason**

سام ہیرس اپنی اس کتاب میں لکھتا ہے:۔

> ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر کبھی ہماری نوع انسانی نے اپنے آپ کو صفحۂ ہستی سے جنگ کے ذریعے مٹایا تو اس کی وجہ یہ نہیں ہوگی کہ ایسا ستاروں کی چالوں میں لکھا ہوا تھا بلکہ ایسا اس لیے ہوگا کہ یہ ہماری کتابوں میں لکھا ہوا تھا۔ یہی وہ سلوک ہے جو ہم حال میں ''خدا''، ''جنت'' اور ''گناہ'' جیسے الفاظ کے ساتھ کررہے ہیں اور اسی سے ہمارا مستقبل طے ہوگا۔'' (۸)

ہیرس کے خیال میں مسلمانوں کی انتہاء پسندی ان کے عقیدے کی انتہاء پسندی ہے وہ قرآن وحدیث کے الفاظ اور ان کے لغوی معنی سے عقیدت میں انتہاء پسند ہیں اور یہی عقیدتی انتہاء پسندی انہیں اس انتہاء تک لے جاتی ہے کہ جدیدیت اور سیکولر تہذیب دراصل اخلاقی اور روحانی صحت سے میل نہیں کھاتی۔ (۹)

اس نے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ اگر ہم دنیا سے مذہبی بنیاد پر جنگوں کا خاتمہ چاہتے ہیں جس طرح غلامی اور آدم خوری کا خاتمہ ہوا تو ہمیں کرہ ارض سے ''مذہب'' کو ختم کرنا ہوگا۔ (۱۰)

۲۔ **The Selfish Gene**

نفی مذہب کا ایک رویہ جو سام ہیرس کے حوالے سے اوپر بیان ہوا اس کی بنیاد سیاسی ہے۔ ایک دوسرا رویہ نفی مذہب کے متعلق سائنسی اور فکری بنیاد پر سامنے آیا۔ گوکہ اس رویے کی بنیاد بہت پرانی ہے لیکن ۹ ستمبر کے بعد رونما ہونے والے واقعات نے ایسی کئی کتابوں کو جنم دیا یا پھر ایسی کئی کتابیں جو مشہور نہ تھیں سب سے زیادہ بکنے والی کتب بن گئی ان میں سے ایک رچرڈ ڈاکنز کی کتاب ''دی سیلفش جینز'' ہے۔ (۱۱)

''علم کلام'' کی تعریف بطور اصطلاح مختلف ادوار میں علماء نے مختلف انداز میں کی ہے۔ اس علم کی قدیم ترین تعریف جو ہمارے سامنے ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کے قلم سے نکلی ہے

یہ کتاب سات سال کے وقفے کے بعد چھپی اور اس نے مذہبی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ ڈاکنز کی دوسری کتابوں مثلاً ''نابینا گھڑی ساز'' (The Blind Watchmaker) اور ''قوس قزح کے بخیئے'' (The Rainbow Unweavng) کی طرح یہ کتاب بھی سائنسی بنیادوں پر نظریہ تخلیق اور خالق کی نفی کی ایک کوشش ہے۔ غالباً ''خودغرض جین'' (Selfish Gene) زیادہ موثر انداز تحقیق سے لکھی گئی ہے اور اس دنیا میں انسان کی پیدائش، اس کی جسمانی اور فطری خصوصیات و کردار میں اس کے جینیاتی نقشے کے مؤثر ہونے کی شدت اور اس کا ناقابل تغیر ہونا جیسے بنیادی تصورات سے بحث کرتی ہے۔ گویا یوں کہنا چاہئے کہ اس کتاب میں انسانی زندگی میں خدا کی جگہ ''جین'' کو رکھ کر مطالعہ کیا گیا ہے۔ جب ایسا ہے تو پھر مذہب اور اس کی تعلیمات کی کوئی جگہ حیات انسانی میں نہیں رہتی۔ اس کتاب کا غیر مذہبی حلقوں نے بہت خیر مقدم کیا۔ رچرڈ ڈاکنز کی ایک اور کتاب کا ہم ذکر کرنا چاہیں گے جو ان دو برسوں میں بہت مقبول بھی ہوئی کیونکہ محولہ بالا کتاب کے برعکس یہ فلسفیانہ اور عقلی بنیادوں پر لکھی گئی ہے۔ ہماری مراد ہے۔ The God Delusion۔ (۱۲)

۳۔ The God Delusion

دس ابواب پر مشتمل یہ کتاب اس لیے بھی اہم ہے کہ یہ لوگوں کو مذہب سے فرار پر آمادہ کرنے اور انہیں مدد دینے کے نظریے کی حامی ہے۔ اس کتاب کا پہلا باب ''انتہائی مذہبی لیکن بے عقیدہ شخص'' ہے جب کہ دوسرے باب کا عنوان ہے ''مفروضۂ وجود خدا''۔ تیسرے باب میں ڈاکنز نے ان دلائل کو بیان کیا ہے جو وجود خداوندی پر مذہبی طبقے کی طرف سے خاص طور پر مسیحی فلسفیوں اور ماہرین کلام کی طرف سے پیش کیئے گئے ہیں۔ چوتھے باب کا عنوان دلچسپ ہے: ''یقینی طور پر خدا کیوں موجود نہیں ہے؟ اگلے چھ ابواب میں ڈاکنز نے مذہب کی اخلاقی اور نظریاتی یا وہمی بنیادوں پر گفتگو کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بغیر مذہب کے بھی اخلاقی اقدار پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ آخر میں ۳۲ اداروں پر مشتمل ایک فہرست ہے جو ان لوگوں کی مدد کے لئے مہیا کی گئی ہے جو ''مذہب'' سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

لندن: ایک مسلم NGO کا مرکزی دفتر

مذہب کی نفی کے ساتھ ساتھ اس دور میں مذہب کے اثبات کی بھی کوششیں ہورہی ہیں اور علم کلام کا یہ پہلو بھی تشنۂ تحقیق نہیں ہے۔ ایسے مصنفین سامنے آرہے ہیں جو عقلی اور سائنسی بنیادوں پر مذہب اور مذہبی اقدار کی اہمیت کی بات کرتے ہیں جو خدا کے وجود کو ثابت کرنا چاہتے ہیں تاکہ قارئین انہیں مانیں اور تسلیم کریں۔ رچرڈ ڈاکنز کے برخلاف جینیات کے عالمی ماہر اور انسانی جینوم پروجیکٹ کے سربراہ فرانسس ایس کولنز نے اپنی کتاب میں سائنسی تحقیق سے نہ صرف یہ کہ خدا کے وجود کا اثبات کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ ''عقیدہ'' کے لئے علمی بنیادیں فراہم کرنے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔

ایک دور وہ تھا جب دنیا کی بڑی اور مشہور یونیورسٹیوں سے تعلق رکھنے والے اساتذہ اور پروفیسر صاحبان اپنے لیے یہ ضروری سمجھتے تھے کہ انہیں بے دین، سیکولر، لامذہب، اور الحاد پسند جیسے القاب سے یاد کیا جائے۔ گویا پڑھا لکھا ہونے کے لئے خدا کے عدم وجود پر عقیدہ رکھنا اور مذہب کو بے معنی سمجھنا ضروری تھا لیکن مذہب چھوڑ کر جانے والے حضرات میں سے بہت سے ایسے تھے اور ہیں جو دوبارہ مذہب کی طرف پلٹے اور انہوں نے اپنی تحقیق کی بنیاد پر خدا کا اثبات کیا۔ مثلاً مشہور سائنسدان پیٹرک گلائن جنہوں نے ایک اہم کتاب God :The Evidance لکھی۔ (۱۳)

یہ کتاب علمی حلقوں میں اس لئے مقبول ہوئی کہ اس سائنسدان نے مذہب کو چھوڑ کر دوبارہ سائنسی تحقیق کی راہ ہے بزعم خویش خدا اور مذہب کو پایا۔ ہمارے خیال میں اس کے دلائل میں بڑا وزن ہے۔ اس ضمن میں ہم تین اور کتابوں کا تذکرہ کرنا چاہیں گے؛

۱- الیگزینڈر رواہ۔God یہ کتاب ابتداء میں مختلف قوموں اور تہذیبوں میں خدا کے تصور اور عبادت کے طریقوں کے ذکر پر مشتمل ہے بعدازاں مثبت انداز سے وجود خدا سے بحث کرتی ہے گویا یہ کتاب مغرب میں ''خدا'' کی تلاش کی ایک اچھی کوشش ہے۔(۱۴)

۲- آرتھر پی کوک ایک مشہور ماہرالٰہیات اور حیاتیاتی کیمیاء کے ماہر ہیں ان کی کتاب Paths from Science Towards God ایک اچھی کتاب ہے۔(۱۵)

یہ کتاب ایک مسیحی ماہرالٰہیات اور سائنس دان کے قلم سے وجود میں آئی ہے لہٰذا سائنسی علم کلام کا ایک اچھا نمونہ ہے جس میں سائنسی تحقیق کو مذہبی عقائد اور نظریات کے اثبات کے لئے عقلی انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ کتاب میں جگہ جگہ سائنسی تحقیقات اور ان میں چھپے ہوئے حیرت انگیز مظاہر قدرت کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۳- تیسری کتاب جس کا ہم یہاں تذکرہ کرنا چاہیں گے وہ کیتھ وارڈ کی کتاب God : A Guide for the Perplexed ہے۔(۱۶)

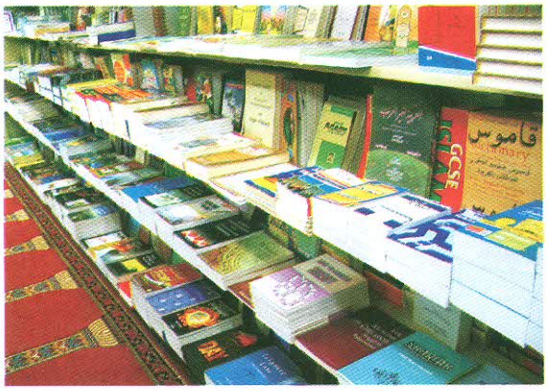

یہ کتاب یوں تو ''خدا'' کے بارے میں مذہبی، سائنسی اور فلسفیانہ سفر کی داستان ہے لیکن مذہب کے اثبات کی جنگ میں ایک کردار ادا کر رہی ہے۔

ان کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ یورپ اور امریکہ میں ایک نیا علم کلام تشکیل پا رہا ہے جو ایک طرف مذہب اور مذہبی عقائد کی نفی پر مبنی ہے اور دوسری طرف مذہب کے اثبات اور مذہبی اقدار کے تحفظ پر مبنی ہے۔ اس ضمن میں تین اور اہم نام حسین نصر، ہیوسٹن اسمتھ اور کیرن آرم اسٹرانگ کے ہیں۔ جدید علم کلام کی تشکیل میں ان تینوں دانشوروں کا بہت نمایاں حصہ ہے۔ ہم مختصراً ان تینوں پر گفتگو کرتے ہیں۔

۱-حسین نصر

عالمی سطح پر تسلیم کئے جانے والے مسلم اسکالرز میں سے ہیں۔ ان کی فکر کا سفر اسلام کو مغرب سے متعارف کروانے سے شروع ہوتا ہے اور اس ضمن میں حسین نصر کی کوششوں کو بہت سراہا گیا کیونکہ اسلام اور اسلامی زندگی نیز مسلمان اور مسلم ثقافت کے مختلف پہلوؤں کو حسین نصر نے انہیں کی زبان میں سمجھانے کی سعی کی۔ بعدازاں ان کی فکر میں کئی انقلاب محسوس ہوتے ہیں۔ خاص طور پر ۹/ستمبر سے ذرا پہلے اور اس کے بعد حسین نصر کو اس کا ادراک ہو گیا تھا کہ اسلام اور مسیحیت یا مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے سے علمی اور معاشرتی سطح پر قریب نہ آئے تو اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔ اس طرح وہ مذہب اور سائنس کی کشمکش کو بھی سنجیدگی سے دیکھ رہے تھے لہٰذا انہوں نے ''مقدس سائنس کی ضرورت'' (Need for a Sacred Science, 2001) نامی کتاب لکھ کر مذہب کو سائنس کے قریب کرنے کی کوشش کی اور اخلاقیات سے عاری سائنس پر تنقید کی۔ سائنس کے مقابلے پر مذہب کے دفاع پر تحریر کی گئی کلامی کتابوں میں یہ ایک اہم کتاب ہے۔ اپنی متعدد کتب میں سے ایک The Heart of Islam(2006) میں حسین نصر اسلام میں مذہبی رواداری اور ''روحانی ترقی'' کو اجاگر کرتے ہیں۔ اس میں اسلام کی تعبیر انسانیت اور انسانی اقدار کے حوالے سے کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب کو ہم مسلمانوں کی طرف سے لکھی گئی معذرت خواہانہ کلامی کتابوں میں نہیں بلکہ ایک عمدہ اور ٹھوس فکری کاوش شمار کر سکتے ہیں آج

مغرب کا مذہب مسیحیت اور یہودیت سے بڑھ کر انسانیت ہے اور حسین نصر کی زیر بحث کتاب اس موضوع پر اسلام کی اچھی ترجمانی کرتی ہے۔

ویٹی کن کونسل II (1965) نے جب یہ اعلان کیا کہ مسیحی حضرات کو مسلمانوں سے اچھے تعلقات رکھنے چاہئیں کیونکہ وہ خدا، نبوت، ملائکہ، وحی، آخرت، حضرت مسیح علیہ اسلام اور بی بی مریم نیز آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں گو کہ ان کا نقطہء نظر کچھ مسائل میں ہم سے مختلف ہے تو گویا بین المذہب مکالمے اور گفتگو کی داغ بیل ڈالی گئی اور یوں کیتھولک چرچ نے ''انٹر فیتھ ڈائیلاگ'' شروع کیا مسلمانوں کی طرف سے بھی ایسی کوشش سامنے آئیں لیکن بعض نظری اور کلامی مسائل ان مذاہب کو ماننے والوں کو ایک دوسرے سے قریب آنے میں حائل تھے اور ہیں۔ بعض عالمی سطح کے دانشوروں نے، جن میں حسین نصر بھی شامل ہیں، اس مسئلے کا حل ''وحدتِ ادیان'' کے نظریے میں تلاش کیا جس کا مطلب مختصراً یہ ہے کہ تمام مذاہب کیونکہ ایک ذات سے وجود میں آئے ہیں جسے خدا، اللہ، بھگوان، ایشور، فادر وغیرہ کہا جاتا ہے لہٰذا مذاہب اصلاً ایک ہیں جو فرق ہمیں نظر آتا ہے وہ ان تہذیبوں اور تمدنوں کا فرق ہے جن میں مختلف مذاہب نے ظہور کیا۔ حسین نصر کی کتاب Religion and the Order of Nature (۱۷) اس سلسلے کی کڑی ہے جس میں حسین نصر نے ایک ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ضرورت خود حسین نصر کے الفاظ میں یہ ہے:

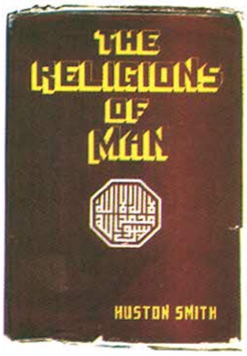

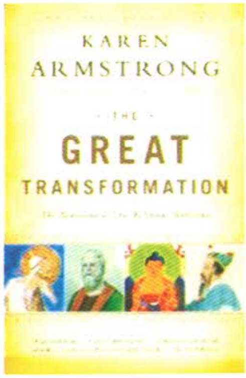

> ''ضرورت ہے کہ مذہبی سرحدوں کو عبور کرتے ہوئے ایک راہ پیدا کی جائے جس میں مذہب کی اہمیت تباہ نہ ہو نیز یہ کہ مختلف مذاہب کی ''اراضی'' کا تقابلی مطالعہ کیا جائے جیسا کہ ان کے ''آسمانوں'' کا مطالعہ کیا گیا ہے۔''

یعنی مذاہب کے معاشرتی نظاموں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ ارضی حقائق کیا ہیں؟۔ اس نقطہء نظر نے علم کلام کو ایک نئی جہت دی ہے اور اسے آسمانی وعقائدی مباحث کی بجائے ارضی حقائق سے متصل کیا ہے۔

۲-ہیوسٹن سمتھ (Huston Smith)

امریکہ میں مذہب کا دفاع کرنے والے غالباً سب سے بڑے مصنف شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد ہی مذہب اور عقیدے کے لئے دلائل فراہم کرنا اور سائنس وفلسفے پر اندھے اعتقاد کے مقابلے پر مذہب کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔ ان کی بہت سی کتابیں ہیں جو مغرب میں جدید علم کلام کی تشکیل میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں مثلاً ''بھولا ہوا سچ'' (Forgotten Truth) میں دنیا کے بڑے مذاہب کا ایک عمومی جائزہ لیا گیا ہے۔ ''مابعد جدیدیت کی فکر سے ماروا'' (Beyond the Postmodern Mind) میں مابعد جدیدیت کے فلسفے پر تنقید کر کے آگے بڑھنے اور مذہب کی روشنی میں زندگی کو برتنے پر گفتگو ہے اسی طرح ''اولین حقیقت اور الٰھیات مابعد جدیدیت الٰھیات'' (Primordial Truth and Post modern Theology) میں جدید الٰھیات کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے ہم یہاں ان کی دو اہم کتابوں پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

ا-انسان کے مذاہب (The Religions of Man)

یہ کتاب سب سے پہلے 1958 میں چھپی بعد ازاں اسے 2001 میں دوبارہ چھاپا گیا اور یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس میں اسمتھ نے بدھ مت، کنفیوشس ازم، تاؤازم، اسلام، یہودیت، اور مسیحیت کا معروضی مطالعہ پیش کیا ہے۔ جس کا بنیادی مقصد لوگوں کو یہ باور کرانا ہے کہ مذاہب اپنی روح کے لحاظ سے ایک ہیں اور ان کی مقصدیت میں کوئی تضاد موجود نہیں ہے۔

۲۔اسمتھ کی ایک اور اہم کتاب ہے Why religion matters?۔

اس کتاب میں ہیوسٹن اسمتھ نے سائنس پر بہت گہری تنقید کی ہے اور بتایا ہے کہ مذہب وروحانیت سے کٹ کر دنیا کا مطالعہ دراصل ایک سُرنگ کے اندر سے باہر دیکھنا ہے (Tunnel vision) اسی طرح اخلاق اور قانون کے دائروں میں بند ہو کر ''مذہب'' کا مطالعہ حقائق تک نہیں پہنچا تا کیوں کہ مذہب ان سب سے زیادہ جامع ہے۔ ہیوسٹن اسمتھ کا خیال ہے کہ انسان کے موجودہ مسائل کا حل مذہب ہی میں موجود ہے کوئی اور نظام یا نظریہ اس کی جگہ نہیں لے سکتا۔

اسمتھ نے بھی اپنی کتابوں میں مذہب اور روحانیت کی راہ سے انسان و کائنات کی تشریح کرنے کی کوشش میں علم کلام کی ان کتابوں میں اضافے کئے ہیں جو مذاہب عالم اور ان کے معتقدات کو ''وحدت'' اور ''ماورائیت'' کی اصطلاحوں میں بیان کرنا چاہتے ہیں۔

۳- کیرن آرم اسٹرانگ (Karen Armstrong)

کیرن کا نام مطالعہ مذاہب کے حوالے سے ایک عالمگیر شہرت اختیار کر گیا ہے اور یقیناً ان کی کتابیں ایک نئے علم کلام کی تشکیل کا باعث بن رہی ہیں۔ کیرن آرم اسٹرانگ مذاہب اور ان کے عقائد کا سفر، مختلف اہم شخصیات کا کسی بھی مذہب کی الٰھیات اور کلام کی تشکیل میں کردار، ان مذاہب کا عالمی تاریخ اور انسانی معاشرے پر اثر۔ مذاہب کے درمیان تعامل کے نتیجے میں مذاہب کے فکری نظام میں تبدیلی اور اس کا دائرہ کار، وہ انتہائی اہم موضوعات ہیں جن پر انہوں نے اپنی کتابوں میں بحث کی ہے۔ مثلاً انہوں نے اپنی کتاب The First Christian میں سینٹ پال کے نظریات کے مسیحیت پر اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ اسی طرح اپنی کتاب Holy War میں صلیبی جنگوں کے موجودہ دنیا پر اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا معاشرتی جائزہ اپنی کتاب Muhammad, A Biography of Prophet میں لیا ہے جب کہ Buddha کی زندگی اور تعلیمات پر علیحدہ کتاب تحریر کی ہے ان کی ایک اور اہم کتاب، یروشلم، ایک شہر تین مذاہب (Jerusalem: One City Three Faiths) ہے جس میں فلسطین اور اسرائیل کے درمیان تنازع کو مذہب کے حوالے سے حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یروشلم یہودیوں، مسیحیوں اور مسلمانوں تینوں کے لئے مقدس و اہم ہے اس مشترکہ حیثیت کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کیرن آرم اسٹرانگ کی دیگر تین اہم کتابوں کی طرف ہم قارئین کی توجہ مبذول کروانا چاہیں گے۔ ایک تو ان میں ''خدا کی تاریخ ہے''۔ (۱۸) یہ کتاب تحقیق کا ایک عمدہ نمونہ ہے جس میں تینوں ابراہیمی مذاہب میں خدا کے تصور کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ فلسفے، تصوف، نیز مصلحین کے نزدیک خدا کی اہمیت، نشاۃ ثانیہ، خدا کی موت جیسے نظریات کو بھی بیان کیا ہے جب کہ آخری باب ''تصور خدا'' کی مستقبل میں بقاء اور اس کو لاحق خطرات سے بحث کرتا ہے۔ اس کتاب کا بنیادی مقصد تصور خدا کی مختلف مذاہب وتہذیبوں میں اہمیت اور اس کے کردار کی تحقیق ہے تا کہ قارئین یہ سمجھ سکیں کہ؛

(۱) یہ انسانی تصور ہے جو مختلف مذاہب میں پایا جاتا ہے۔

(۲) ان تصورات میں ایسے بنیادی اختلافات نہیں پائے جاتے جو باہمی انتشار اور عدم برداشت کا سبب بنیں۔ یہ بلاشبہ اہم کتاب ہے جو موجودہ دور میں مذہب کی تفہیم اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کی قربت کا سبب بن رہی ہے۔ کیرن آرم اسٹرانگ، بعض دوسرے مفکرین کی طرح موجودہ دور میں مذہب کی معاشرتی اور تاریخی تناظر میں تفہیم پر یقین رکھتی ہیں۔ یوں تو انکی ساری ہی کتابیں اہم ہیں لیکن جدید علم کلام کے حوالے سے ان کی ایک اور اہم کتاب جو ہمارے نقطہ نظر سے سب سے زیادہ اہم ہے وہ ہے۔ "The Great Transformation" (۱۹)

اس کتاب میں کیرن آرم اسٹرانگ نے اس امر کا جائزہ لیا ہے کہ آٹھ سو قبل مسیح سے لے کر تین سو قبل مسیح یعنی پانچ سو سال کے

یورپ اور امریکہ میں ایک نیا علم کلام تشکیل پا رہا ہے جو ایک طرف مذہب اور مذہبی عقائد کی نفی پر مبنی ہے اور دوسری طرف مذہب کے اثبات اور مذہبی اقدار کے تحفظ پر مبنی ہے۔

عرصے میں ہی عظیم مذہبی مفکرین اور فلاسفہ کیوں پیدا ہوئے مثلاً سقراط، گوتم بودھ، کنفیوشس، یرمیاہ اور لاؤزے وغیرہ اور ان کے افکار کے درمیان ہم آہنگی کیوں پائی جاتی ہے؟ یہ سب انسان اور انسانیت کے بارے میں ایک طرح کیوں سوچ رہے تھے؟۔ اس اہم سوال کا جواب کیرن آرم اسٹرانگ نے اپنی اس عظیم کتاب میں دینے کی کوشش کی ہے جسے ہم مختصراً ''تاریخ کا تقاضا'' کہہ سکتے ہیں یا ان ''معاشروں کی ضرورت'' کہہ سکتے ہیں اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ کیرن کے خیال میں تاریخ اور معاشرہ مذہبی نظاموں اور فلسفیانہ مکاتب کو جنم دیتا ہے۔ مذاہب اپنی حقیقت میں معاشرتی تقاضوں کا جواب ہوتے ہیں۔ یہی فکر ہمیں ان کی تیسری اہم کتاب The Bible; The Biography (۲۰) میں ملتی ہے۔

اس کتاب میں روائتی علم کلام کی بعض بنیادوں پر ضرب لگائی گئی ہے اور یہ سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ بائبل دراصل الفاظ نہیں ایک مسلسل عمل کا نتیجہ ہے جس میں اردگرد کے ماحول اور معاشرتی روایات کا اہم حصہ ہے۔ اسی طرح واضح طور پر بائبل کے الفاظ کا مفہوم کسی ایک تشریح میں منجمد نہیں جیسا کہ اس کو سمجھ لیا گیا ہے۔

یہی وہ نکتہ ہے جسے بہت سے مسلمان علماء و مفکرین نے اس دور میں قابل بحث قرار دے کر اس پر لکھنا شروع کیا ہے اور اب سیاسی و تہذیبی، سماجی، عمرانی اور لسانیاتی زاویوں سے قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ نیز عقائد و نظریات پر لکھا جا رہا ہے۔ اس موضوع پر سیکڑوں کتابیں موجود ہیں ضرورت ہے کہ ان نئے فکری زاویوں کا علیحدہ سے مطالعہ کیا جائے۔

حوالہ جات

۱) (اشارات المرام ص ۲۸. ۲۹ (المخطوط) نقلاً عن المدخل الی دراسة علم الکلام لدکتور حسن محمدالشافعی ص۱۰۔ادارۃ القرآن، کراتشی باکستان، ۲۰۰۱ء)

۲) (التفتازانی شرح العقائد النسفیة، ص ۷۴)ط .السعادة .مصر

۳) المسامرة شرح المسایرة لکمال الدین بن ابی شریف ص ۱۰ ط السعادة بمصر)

۴) احصاء العلوم ۴۹. ۵۰ ط. دارالکتب العلمیة. بیروت ط محمد علی بتضون

۵) استاذ عبدالرزاق : التمهیدص ۲۵۸، زکریا ابراهیم : فیلسوف من الادباء :ص۴۰۔ط السعادة

۶) الغزابی : المنقذ من الضلال ص ۱۳۲۔دارالکتب العلمیة ایران. احیاء التراث العربی

۷) البیضاوی : الطوالع مع شرح المرعشی ص ۴ الایجی، المواقف بشرح الجرجانی. راقم ایران
ص ۱۴، ۱۴ السنوسی، السنوسیة بشرح البیجوری ص ۱۲. ط العادة و التهانوی، الکشاف۱:۲۳۔دارالکتب العلمیة

۸) *Sam Harris:(2005)* ***The End of Faith, Religion Theory and the future of Reason*** *Free press, England.*

۹) *Harris (2005), p.29*

۱۰) *Harris(2005), p.225*

۱۱) *Richard Dawkins.(1976,1989,2006)* ***The Selfish Gene.*** *Oxford University Press.U.K.*

۱۲) *Rischard Dawkins,(2006).* ***The God Delusinon*** *Bextan Press, London.*

۱۳) *Francis S. Collins (2006)* ***The Language of God,*** *Free Press USA.*

۱۴) *Patrick Glynn (1977,2004),* ***God: The Evidence, The Reconciliation of Faith and Reason in a Post Secular World.*** *Prima Publishing U.S.A*

۱۵) *Alexander Waugh (2002,2008)* ***God "Headline"*** *Book Publishing,UK*

۱۶) *Arthur Peacock (2001. 2002. 2004)* ***Paths from Sceince towards God.*** *One World Oxford, UK*

۱۷) *Keth Ward(2002,2003,2005)* ***God: A Guide for the Perplexed.*** *One World. Oxford. UK*

۱۸) *Hussain Nasr, Religion and the Order of Nature.*

۱۹) *Huston Smith 2001-2004.* ***Why Religion Matters? The fate of human spirit in an age of disbelief.*** *Harper San Francisco.*

۲۰) *Karen Armstrong,(1993.1994).* ***A History of God.The 4,000 years quest of Judaism, Christianity and Islam.*** *Ballantine Books New York.*

۲۲) *Karen Armstrong (2006)* ***The Great Transformation. The world in the time of Buddha, Socrates, Confucius and Jeremiah,*** *Random House New York.*

۲۱) *Karen Armstrong (2007).* ***The Bible: The Biography*** *Atlantic Books,London.*